دولتہ الروم والعجم وانتظام امر النبوۃ کھیئۃ الارتفاق الرابع ففتح صلی اللہ علیہ وسلم بابا من الخیر لم یفتح قبلہ و انتظمت بہ امۃ من الناس ھی خیر امۃ اخرجت للناس۔

(تفہیمات الالٰہیہ جلد اول صفحہ ۶۱)

عبادات کی اشاعت کی جائے اور ان کے ادا کرنے کے اوقات معین کر دیئے جائیں اور حکمتِ الٰہی نے فیصلہ کیا کہ رومی اور ایرانی سلطنتیں برباد کر کے ان کی جگہ نظامِ نبوی کو ارتفاقِ چہارم یعنی بین الاقوامی پیمانے پر قائم کیا جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے (نوعِ انسان کے لئے) بھلائی کا وہ دروازہ کھل گیا جو اب تک نہ کھلا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے انسانوں کی ایک ایسی جماعت منظم ہو گئی جو نوعِ انسان کے لئے بہترین (نمونے کی) جماعت بن گئی۔

ارتفاقات یعنی انسان کی تمدنی زندگی کی ابتدا کیسے ہوئی ؟ اور اس نے اپنی زندگی کی مشکلات آسان کرنے کے لئے کیسی تدابیر اختیار کیں ؟ اس پر بحث کرتے ہوئے امام ولی اللہ دہلوی اپنی بے نظیر تصنیف حجۃ اللہ البالغہ جلد اول بحث ارتفاقات باب اول کیفیت استنباط الارتفاقات میں لکھتے ہیں کہ :

"واضح رہے کہ انسان کھانے، پینے، جذبہ جنس کی تسکین، دھوپ اور بارش سے بچنے اور سردی میں حرارت طلب کرنے وغیرہ حاجات میں اپنے ابنائے جنس یعنی حیوانات سے ملتا جلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی انسان پر یہ عنایت ہوئی کہ اس نے انسان کے فطری تقاضوں کے مطابق اسے الہام کیا کہ وہ کیسے ان حاجتوں کو پورا کرنے کے طریقے دریافت کرے۔ اس معاملے میں تمام انسانی افراد برابر ہیں سوائے ان کے جو ناقص الفطرت پیدا ہوں۔"

یہ الہام ایسے ہی ہے جیسے شہد کی مکھی کو الہام کیا جاتا ہے کہ وہ کیسے پھولوں سے رس چوسے، پھر کیسے چھتہ بنائے جس کے اندر اس نوع کے دوسرے افراد مل جل کر رہیں۔ پھر وہ کیسے اپنے سردار کی اطاعت کریں، پھر وہ کیسے شہد بنائیں۔ اور جیسے پرندے کو الہام کیا جاتا ہے کہ وہ کیسے غذا کی دانے تلاش کرے اور کیسے پانی پینے کے لئے جائے اور کیسے بلی اور شکاری سے بچنے کے لئے بھاگے اور کیسے

اپنی ضروریات حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں سے لڑے اور کیسے جذبۂ جنس کی خواہش کے وقت نر اپنی مادہ سے ملے، پھر وہ کیسے وہ دونوں کسی پہاڑ میں گھونسلا بنائیں، پھر وہ کیسے انڈوں سے بچے نکالنے میں ایک دوسرے سے تعاون کریں، پھر کیسے اپنے بچوں کو چوگا دیں

ایسے ہی ہر نوعِ حیوانی کے لئے ایک قانون ہے جسے ان کے نوعی تقاضے کے مطابق ان کے افراد کے سینوں میں ڈالا جاتا ہے۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی الہام کیا کہ وہ کیسے اپنی ضرورتیں پورا کرنے کے لئے طریقے اختیار کرے۔"

یہاں تک انسان حیوانات سے ملتا جلتا ہے اور اسے بھی فطری طریقے سے الہام ہوتا ہے جیسے حیوانوں کو الہام ہوتا ہے لیکن اس کے علاوہ انسان کو انسان ہونے کی حیثیت سے تین خصوصیات سے نوازا گیا ہے۔ ان کی وجہ سے انسان حیوانوں سے ممتاز ہو گیا ہے اور اس نے انسانی تمدن کی بنیاد رکھی ہے۔ یہ کام حیوان نہیں کر سکے۔ جو قومیں ان خصائص کو ترقی دیتی ہیں اور ان سے زیادہ سے زیادہ کام لیتی ہیں۔ ان کا تمدن نہایت اعلیٰ و ارفع ہو جاتا ہے اور وہ دوسری اقوام پر فوقیت حاصل کر لیتی ہیں اور ان کی رہنما بن جاتی ہیں اور عزت کے مقام پر فائز ہو جاتی ہیں۔ یہ خصوصیات تین ہیں:

۱۔ رائے کلی یا رفاہ عام۔
۲۔ ظرافت یا حسن جمال۔
۳۔ مادۂ ایجاد و تقلید۔ یعنی عقل، آلات اور قوت اجتماعی کا استعمال۔

عن عثمان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

خيركم من تعلم القرآن وعلمه

السیّد عطاء اللہ شاہ بخاری

قاری عبد القیوم

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شُد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

جب تک یہ دنیا قائم ہے بطل حرّیت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا نام سورج کی طرح چمکتا رہے گا۔ مستقبل کا مورّخ جب اُن مردان عزیمت کی داستان رقم کرے گا۔ جنہوں نے لیلائے آزادی کی تمنا میں پروانہ وار اپنی جانیں قربان کر دیں۔ تو لامحالہ بیسویں صدی کے اس سحر البیان خطیب پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کریگا۔ جس نے غلامی کی شب تیرہ و تار میں انگریزی سامراج کے خلاف کامیاب جدوجُہد کی۔ جس کی شعلہ نوائیوں نے برطانوی استعمار کی بنیادیں ہلا ڈالیں اور انگریز باوجود اپنی بے پناہ قوت و شوکت کے اس برّصغیر سے بوریا بستر باندھنے پر مجبور ہو گئے۔ خطابت میں جو کمال آپ کو حاصل تھا اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے اس بُلبل ہزار داستان کو چہکتے ہوئے سنا اور دیکھا۔

سحر آفریں خطیب، اثر آفریں خطاب
اک موج ہے کہ شعلہ اُسے کوئی کیا کہے
ہر نکتے میں فنونِ فصاحت کی انتہا
ہر بات میں حروف، نگینے جڑے ہوئے
صورت گری مانی و بہزاد خوب تھی
لیکن ہے گرد نطق بخاری کے سامنے

اسی خطیبانہ عظمت نے آپ کو شہرتِ دوام بخشی اور تقریباً نصف صدی

تک برصغیر کی فضائیں اُن کی قلندرانہ صداؤں سے معمور ہیں جس فیاضی سے انہوں نے ہندوستان کے طول وعرض میں اپنی خطابت کے موتی بکھیرے ہیں، کوئی دوسرا مقرر اس میدان میں ان کا ہم پایہ نہیں ہے - انہوں نے اپنی سیاسی اور تبلیغی زندگی کا ایک چوتھائی حصہ قید فرنگ میں بسر کیا - باقی تین چوتھائی حصہ خطابت ہی کی دشت پیمائی میں گذارا چنانچہ فرماتے ہیں، زندگی کیا ہے - تین چوتھائی ریل میں کٹ گئی ایک چوتھائی جیل میں -

جتنے دنوں باہر رہا - لوگ گلے کا ہار بنے رہے - آج کلکتہ کل ڈھاکہ، ڈھاکہ سے لکھنؤ، لکھنؤ سے بمبئی پھر آگرہ، آگرہ سے دہلی، دہلی سے لاہور - لاہور سے پشاور پشاور سے کراچی، ذرا ہندوستان کے دیہات اور قصبات کا اندازہ کر لو، ہر کہیں گھوما پھرا ہوں سال کے تین سو پینسٹھ دنوں میں تین سو چھیاسٹھ تقریریں کی ہونگی - مرحوم کی قبر کو دیکھ کر کسی نے کہا -

قرنہا دورِ آسماں گردد   تا چو او اخترے عیاں گردد
عمرہا اکبرِ مکرمت بادد   تا چو او گوہرے پدید آرد

سید الاحرار اسد الہند امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری ؒ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ و ۱۸۹۱ء کو جمعہ کے روز نور کے تڑکے صوبہ بہار کے دارالحکومت پٹنہ میں پیدا ہوئے - دوھیال کی طرف سے عطا اللہ اور ننھیال کی جانب سے شرف الدین احمد نام رکھا گیا - خوش نصیب باپ کا اسم گرامی سید ضیاءالدین احمد اور دادا کا نام نامی نورالدین احمد تھا - آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے چنانچہ آپ کا سلسلۂ نسب ۳۶ ویں پشت میں سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے - مرحوم آغا شورش نے لکھا ہے کہ شاہ جی کے خاندان کا شجرۂ نسب آپ ہی کے ایک عزیز سید مقیم شاہ بخاری سابق ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس حیدرآباد (دکن) کے پاس محفوظ تھا جو بدقسمتی سے ۱۹۴۷-۴۸ء کے انقلاب میں ضائع ہو گیا -

خاندانی حالات

شاہ جی کے آباؤ اجداد بخارا سے آکر کشمیر میں آباد ہو گئے تھے کہتے ہیں - سلطان زین العابدین والی کشمیر کے زمانے میں انہیں بڑا رسوخ حاصل تھا - ان کی رحلت پر خاندان کے لوگ

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بکھر گئے۔ چنانچہ خاندان کے بعض افراد گجرات (پنجاب) میں آکر بس گئے اور بعضوں نے پٹنہ (صوبہ بہار) میں سکونت اختیار کرلی۔ آپ کے والد بزرگوار سید ضیاء الدین احمد کی شادی پٹنہ کے ایک بزرگ حکیم سید احمد شاہ اندرابی کی دختر نیک اختر سیدہ فاطمہ اندرابی سے ہوئی۔ اور شادی کے بعد وہیں رہنے لگے کہا جاتا ہے کہ حکیم سید احمد شاہ اندرابی ایک باکمال طبیب ہونے کے علاوہ علوم دینیہ میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔ قدرت نے ان کی آواز میں جادو کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ آپ کے دادا سید نورالدین احمد بخاری مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں بقید حیات تھے۔ اور گجرات کے ایک گاؤں سرھالی میں سکونت پذیر تھے۔ جب پنجاب پر انگریزوں کا تسلط قائم ہوگیا تو آپ ایک دوسرے گاؤں ناگڑیاں چلے گئے اور پھر باقی ماندہ زندگی وہیں بسر کی بڑے صاحب فقر و استغنا بزرگ تھے۔ ان کی ذات سے ایک عالم کو فیض پہنچا۔

ابتدائی تعلیم و تربیت

آپ ابھی ۳-۴ سال ہی کے تھے کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کی رحلت پر والد نے پٹنہ کو خیر باد کہہ کر گجرات کی راہ لی اور وہاں پہنچ کر دوسری شادی کرلی۔ امیر شریعت رح ننھیال ہی میں رہے جہاں نانا اور نانی صاحبہ نے مرحومہ بیٹی کی نشانی سمجھ کر بڑی شفقت سے پالا قدیم دستور کے مطابق آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ چنانچہ نانا مرحوم سے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور نانی مرحومہ سے دینی مسائل میں مہارت پیدا کی۔ آپ کے عالم و فاضل نانا کا مکان شعر و ادب کی محفلوں کا مرکز تھا شاد عظیم آبادی اکثر وہاں آیا کرتے تھے آپ کو ان کی صحبت سے بھی بڑا فیض حاصل ہوا

پنجاب کا رخ

نانا و نانی کی رحلت کے بعد شاہ جی رح نے پنجاب کا رخ کیا اور امرتسر پہنچ کر علم دین کی تکمیل میں مصروف ہوگئے مولنا بہاؤالحق قاسمی کا بیان ہے کہ ۱۹۱۲ء میں ہم دونوں اکٹھے صرف و نحو کی کتابیں پڑھتے تھے امرتسر میں آپ نے مولانا نوراحمد صاحب سے قرآن کی تفسیر پڑھی مولانا

غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی سے فقہ اور مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی - اور اسی دوران میں ایک چھوٹی سی مسجد میں امام ہوگئے - شروع شروع میں رسومات کے خلاف وعظ فرماتے رہے -

سیاسی زندگی کا آغاز

رولٹ ایکٹ، جلیانوالہ باغ کے خونی واقعہ اور پہلی جنگ عظیم کے بعد بلاد اسلامیہ کے حالات نے آپ کی حسّاس طبیعت پر گہرا اثر ڈالا انگریزوں کے خلاف شدید انتقامی جذبات بھڑک اٹھے اور آپ ایک مذہبی واعظ سے سیاسی مقرر بن گئے مشہور اہل حدیث عالم مولانا داؤد غزنوی مرحوم کی ترغیب پر تحریک خلافت میں شمولیت اختیار کی یہ گویا آپ کی سیاسی زندگی کا سرآغاز تھا دیکھتے دیکھتے تمام ملک میں آپ کی شہرت پھیل گئی - یہاں تک کہ ہندوستان میں یہ بات متفق علیہ ہوگئی کہ اردو زبان میں آپ سے بڑا کوئی عوامی خطیب نہیں تھا -

جیل کی زندگی

شاہ صاحب جب کبھی قید ہوئے عام جماعتی رفقاء سے اگر کبھی علیحدہ رہنا پڑا تو اپنی انجمن خود پیدا کرلی جہاں گئے اپنی باغ وبہار طبیعت ساتھ لے گئے - سر سکندر مرحوم کے عہد وزارت میں راولپنڈی ڈسٹرکٹ جیل کا انگریز سپرنٹنڈنٹ کرنل ہاورڈ آپ کا گرویدہ تھا اُسے معلوم تھا کہ شاہ صاحب انگریزوں کے [illegible] لیکن وہ آپ کی شخصیت سے متاثر ہی نہیں مرعوب تھا - [illegible] بیڈمینٹن کھیلنے پر آمادہ کیا - شاہ جی جب تک راولپنڈی جیل میں رہے وہ ہر شام آپ سے بیڈمنٹن کھیلا کرتا کچھ عرصہ پہلے اس نے "ہندوستان کی یادیں" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں اپنے بعض مطالعات و تجربات کا ذکر کیا ہے شاہ جی کے متعلق لکھا ہے - جن قیدیوں نے مجھے اثنائے ملازمت میں متاثر کیا اُن میں عطاء اللہ شاہ بخاری نام کا ایک سیاسی قیدی بڑی ہی دل فریب شخصیت کا مالک تھا - اس کا چہرہ مُہرہ چرچ کے اُن مقدس راہبوں کی مانند تھا جن کی تصویریں یسوع مسیح سے مشابہ ہوں گی یا پھر اُن مستشرقین کی طرح جنہیں یورپ میں خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے -

ہم انہیں عرب کے بڑے بڑے قاموسیوں سے بھی تشبیہہ دے سکتے ہیں۔ لیکن ان کے صحیح شناسا ہمارے ہاں کتنے ہیں۔ میں اُسے اپنا دوست بنانا چاہتا تھا لیکن ہمارے درمیان سب سے بڑی رکاوٹ ہماری مختلف زبانیں تھیں میں تو اس کی زبان کچھ نہ کچھ سمجھ لیتا تھا۔ لیکن وہ انگریزی سے قطعًا ناواقف تھا اس کا بڑا سبب غالبًا یہ تھا کہ وہ ۱۸۵۷ء کے اُس اینٹی برٹش ذہن کی باقیات میں سے تھا جنہیں ہمارے پیشروؤں نے علماء کو پھانسی دے کر پیدا کیا تھا۔

اخلاق وعادات

شاہ صاحب عالی ظرف، شگفتہ مزاج اور وسیع القلب، انسان تھے ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ گھر آئے۔ دوست و دشمن سے یکساں سلوک فرماتے جو ایک بار ملتا فریفتہ ہو جاتا اور محبت و الفت کا سرمایہ لے کر اٹھتا تھا آپ کی محفل میں جب شعر و ادب، اور ظرافت کے پھول بکھرتے تو ساری مجلس کشت زعفران بن جاتی جب کسی کو اداس اور غمگین دیکھتے تو کہتے میاں کیوں خواہ مخواہ اپنی زندگی کو روگ لگا رہے ہو جو خوشی سے گذار دگے وہی زندگی ہو گی۔ پھر شاد عظیم آبادی یہ شعر پڑھتے:

کانٹوں میں ہے گھرا ہوا چاروں طرف سے پھول
پھر بھی کھلا ہی پڑتا ہے کیا خوش مزاج ہے

مذہب ومسلک

شاہ جیؒ حنفی المسلک اور دیوبند کے مدرسۂ فکر تعلق رکھتے تھے دیوبند کے نابغۂ عصر مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ سے آپ کو بے حد عقیدت تھی۔ مولانا بھی دل وجان سے آپ پر فدا تھے سید انور شاہ ہی نے مئی ۱۹۲۶ء میں انجمن خدام الدین لاہور کے عظیم الشان اجتماع میں آپ کی بطور امیر شریعت بیعت کی اور پانسو دیگر علماء نے بھی [illegible] میں مولانا ظفر علی خاں اور مولانا احمد علی لاہوریؒ مولانا محمد یوسف بنوری جیسے حضرات شامل تھے امیر شریعت کی پہلی بیعت حضرت سید پیر مہر علی شاہؒ سے تھی۔ پھر انکی وفات کے بعد مولانا عبدالقادر رائپوریؒ سے ہوئی اور انہی سے آپ کو اور آپ کے خلف الرشید سید عطاء المنعم صاحب کو اجازت حاصل تھی

لباس و خوراک شاہ صاحب نے نہایت سادہ لیکن پروقار زندگی بسر کی آپ ہمیشہ سادہ لباس زیب تن کرتے تھے نمود و نمائش سے قطعی طور پر نفرت تھی۔

خاکستری رنگ کے کھدر کا کرتہ اور اسی رنگ کے کھدر کی شلوار سر پہ ٹوپی ہاتھ میں ڈنڈا یا کلہاڑی یہ تھا اس شخص کا لباس جس نے اپنے زمانے کے کروڑوں لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کی۔

اوصاف و محاسن ہندوستان کی تاریخ میں شاہ صاحب جیسے جامع الصفات انسان بہت قلیل تعداد میں پیدا ہوئے قدرت نے انہیں دل و دماغ کی بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ عالموں میں آپ عالم۔ قاریوں میں قاری۔ ادیبوں میں ادیب شاعروں میں شاعر سیاستدانوں میں سیاست دان تھے۔ خطابت میں آپ یگانۂ روزگار تھے تو حاضر جوابی بذلہ سنجی اور نکتہ آفرینی میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے ہزاروں خوبیاں ایسی کہ ہر خوبی پہ دم نکلے۔

حق گوئی و بیباکی حدیث شریف میں آیا ہے ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنا بہت بڑا جہاد ہے۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی

شاہ صاحب کی تمام زندگی کلمۂ حق بلند کرتے ہوئے گذری، حق گوئی کی پاداش میں بارہا مصائب و آلام کا نشانہ بننا پڑا لیکن پائے استقلال میں ذرا بھی جنبش نہیں آئی۔ اور آپ برابر نعرہ حق بلند کرتے رہے۔ گویا

ہزار خوف ہوں، لیکن زبان ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

انہی کے لئے کہا گیا تھا۔

ذوق شعر گوئی شعر و شاعری کا ذوق اپنے نانا مرحوم اور شاد عظیم آبادی کی صحبت سے پیدا ہوا تھا۔ حافظ لدھیانوی نے لکھا ہے: شعر فہمی [illegible]